Unit 1.2

FIRST YEAR AT HARROW

I had scracely passed my twelfth birthday when I entered the inhospitable regions of examinations, through which for the next seven years I was destined to journey. These examinations were a great trial to me.

میں نے بمشکل ہی اپنی بارہویں سالگرہ منائی تھی کہ امتحانات کے غیر مہمان نواز علاقے (غیر خوشگوار دور) میں داخل ہوا۔ جس میں اگلے سات سال تک مجھے سفر کرنا تھا۔ یہ امتحانات میرے لیے بڑی آزمائش تھی۔

The subjects that were dearest to the examiners were almost invariably those I fancied least. I would have liked to have been examined in history, poetry and writing essays. The examiners, on the other hand were partial to Latin and mathematics. And their will previaled. Moreover, the questions which they asked on both these subjects were almost invariably those to which I was unable to suggest a satisfactory answer.

وہ مضامین جو امتحان لینے والوں کو زیادہ پسند تھے وہ بغیر کسی تبدیلی کے وہی تھے جو مجھے بہت کم پسند تھے۔ میں چاہتا تھا کہ میرا امتحان تاریخ شاعری یا مضمون نویسی میں لیا جائے۔ مگر دوسری طرف ممتحن لاطینی اور ریاضی کے حامی تھے اور ان کی مرضی چلتی تھی۔ مزید یہ کہ وہ جو سوالات ان مضامین میں پوچھتے تھے وہ زیادہ تر ایسے سوالات ہوتے تھے جن کے اطمینان بخش جوابات دینے کے میں قابل نہ تھا۔

I should have liked to be aksed to say what I knew. They always tried to ask what I did not know. When I would have willingly displayed my knowledge, they sought to expose my ignorance. This sort of treatment had only one result: I did not do well in examinations.

میں چاہتا تھا کہ مجھ سے وہی چیز پوچھی جائے جو میں جانتا تھا۔ وہ اکثر وہی پوچھنے کی کوشش کرتے تھے جو میں نہیں جانتا تھا۔ جب بھی میں اپنی علم کا مظاہرہ کرتا تھا تو وہ میری جہالت سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ اِس قسم کے سلوک کا واحد نتیجہ یہ تھا کہ میں نے امتحانات میں اچھی کارکردگی نہ دکھائی۔

This was spacially true of my entrance examination to harrow. The headmaster, Mr. Welldon, however, took a broadmineded view of my Latin prose: he showed discernment in judging my general ability. This was the more remarkable, because I was found unable to answer a single question in the Latin paper. I wrote my name at the top of the page. I wrote down the number of the question I. After much reflection I put a bracket round it thus (I). But thereafter I could not think of anything connected with it, that was either relevant or true.

Incidentally, there arrived from nowhere in particular a blot and several smudges. I gazed for 2 whole hours at this sad spectacle and then merciful ushers collected my piece of follscap with all the others and carried it up to the head master's table.

خاص طور پر یہ ''ہارو'' میں میرے انٹرنس امتحان کے لیے صحیح تھا۔ ہیڈ ماسٹر مسٹر ویلڈن نے میرے لاطینی نثر کا کھلے ذہن کے ساتھ جائزہ لیا، اُس نے میری عام قابلیت جانچنے میں فہم و ادراک کا مظاہرہ کیا۔ یہ بہت غیر معمولی بات تھی کیونکہ میں لاطینی کے پرچے میں ایک سوال کا جواب دینے کے قابل نہ تھا۔ میں نے صفحے کے اوپر اپنا نام لکھا۔ میں نے سوال نمبر I کا نمبر لکھا۔ بہت غور کرنے کے بعد میں نے اس کے گرد کچھ یوں (I) بریکٹ ڈالا۔ لیکن اس کے بعد میرے ذہن میں اس کے متعلق یا صحیح کچھ بھی نہیں آیا۔ اتفاق سے کہیں سے اس پر چند داغ پڑ گئے۔ میں پورے دو گھنٹے اس بُرے نظارے کو دیکھتا رہا اور پھر نوکر نے میرا پرچہ لیا اور دوسرے سارے پرچوں

سمیت اسے ہیڈ ماسٹر کے میز پر لے گیا۔

It was from these slender indications of scholarship that Mr. Welldon drew the conclusion that I was worthy to pass into Harrow. It is very much to his credit. It showed that he was a man capable of looking beneath the surface of things: a man not dependent upon paper manifestations. I have always had the greatest regard for him.

مسٹر ویلڈن نے قابلیت کے اِن تھوڑے سے اشارات سے یہ نتیجہ نکالا کہ میں ہارو میں پاس ہونے کے قابل تھا۔ اس کا سہرا صرف اُس کے سر جاتا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایسا شخص تھا جو چیزوں کے باطن (یعنی اصل حقیقت) کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، ایک ایسا آدمی جو صرف کاغذی دستاویز پر انحصار نہیں کرتا تھا۔ میں نے ہمیشہ اُس کا بڑا احترام کیا ہے۔

In consequece of his decision, I was in due course placed in third or lowest division of the fourth or bottom. The names of the new boys were printed in the school list in alphabetical order and as my correct name, spencer - churchill, began with an 's' I gained no more advantage from the alphabet than from the wider sphere of letters. I was in fact only two from the bottom of the whole school: and these two, I regret to say, disappered almost immediately through illness or some other cause.

اس فیصلے کے نتیجے میں مجھے تیسرے نچلے چھوتے درجے یا بالکل آخری درجے میں رکھا گیا۔ نئے آنے والے لڑکوں کے نام سکول کی فہرست میں حروف تہجی کے ترتیب سے شائع کیے گئے اور چونکہ میرا صحیح نام سپنسر چرچل 's' سے شروع ہوتا تھا۔ میں حروف تہجی کے وسیع فہرست سے اور کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا، سوائے اس کے کہ میں درحقیقت پورے سکول میں نچلے درجے کے دو طلباء میں سے تھا۔ اور میں بہت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ دونوں طلباء بھی بیماری یا کسی اور وجہ سے

فوراً سکول سے غائب ہو گئے۔

I continued in this unpretentious situation for nearly a year. However, by being so long in the lowest form I gained an immense advantage over the cleverer boys. They all went on to learn Latin and Greek and splendid things like that. But I was taught english. We were considered such dunces that we could learn only english. Mr. Somervell - a most delightful man, to whom my debt is great - was charged with the duty of teaching the stupidest boys the most disregarded thing - namely, to write mere English. He knew how to do it. He taught it as no one else has ever taught it. Not only did we learn English parsing thoroughly, but we also practised continually English analysis. Mr. Somervell had a system of his own. He took a fairly long sentence and broke it up into its component by means of black, red, blue and green inks: subject, verb, object, relative clauses, conditional clauses, conjuctive and disjuctive clauses. Each had its colour and bracket.

میں نے تقریباً ایک سال تک اس سیدھے سادھے ماحول میں تعلیم جاری رکھا۔ تاہم دور نچلے درجے پر ہونے کی وجہ سے میں نے قابل ترین طلباء کے مقابلے میں زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ وہ سب لاطینی، یونانی اور اس طرح دوسری شاندار چیزیں سیکھ رہے تھے لیکن مجھے انگریزی سکھائی جاتی تھی۔ ہمیں اتنا کند ذہن سمجھا گیا کہ ہم صرف انگلش سیکھ سکتے تھے۔ مسٹر سمرویل جو کہ بہت دلکش آدمی تھے جس کے لیے میری دعائیں بہت زیادہ ہیں، کو ان احمق ترین لڑکوں کو پڑھانے کا کام سونپ دیا گیا۔ سب سے حقیر چیز۔ یعنی صرف انگریزی لکھنا، وہ جانتا تھا کہ یہ کام کس طرح کرنا ہے۔ اُس نے ہمیں ایسے پڑھایا کہ کبھی کسی نے ایسا نہیں پڑھایا ہوگا۔ ہم نے نہ صرف انگریزی کی ترتیب نحوی اچھی طرح سیکھا بلکہ ہم نے مسلسل انگریزی زبان کی تجزیہ و تحلیل کی بھی مشق کی۔ مسٹر سمرویل کا اپنا ایک طریقہ کار تھا۔ وہ طویل جملے کو لیکر اور سرخ، نیلے، کالے اور سبز سیاہی کی مدد سے اس کو اجزاء میں تقسیم کرتے تھے۔ فاعل، فعل،

مفعول،متعلقہ جملہ،شرطیہ جملے اور مرکب عطفی وغیرہ کا اپنا اپنا رنگ اور بریکٹ ہوتا تھا۔

It was a kind of drill. We did it almost daily. As I remained in the 3rd year three times as long as anyone else, I had three times as much of it. I learned it thoroughly. Thus I got into my bones the essential structure of the ordinary British sentence - which is a noble thing. And when after years my school - fellows - who had won prizes and distinction for writing such beautiful Latin poetry and pithy Greek epigrams had to come down again to common English, to their living or make their way, I did not feel myself at any disadvantage. Naturally I am baised in favour of boys learning English. I would make them all learn English: and then I would let the clever ones learn Latin as an honour, and Greek as a treat. But the only thing I would whip them for is not knowing English. I would whip them hard for that.

یہ ایک طرح کا مشق ہوتا تھا جو کہ ہم روزانہ کرتے تھے۔میں چونکہ دوسروں کی نسبت تھرڈ ائیر میں تین دفعہ رہا۔میں تین دفعہ اس میں رہا اس لیے میں نے اسے اچھی طرح سیکھا۔اس طرح میں نے انگریزی جملے کی ساخت کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جو کہ ایک اچھی بات ہے۔اور پھر بعد کے سالوں میں جب میرے ساتھیوں نے خوبصورت لاطینی شاعری لکھنے پر انعامات حاصل کیے تھے اور یونانی اقوال لکھنے پر،وہ دوبارہ انگریزی سیکھنے کی طرف آئے۔اپنی معاش یا زندگی گزارنے کے لیے۔میں نے خود کو نقصان میں نہیں پایا۔فطرتاً میں لڑکوں کے انگریزی سیکھنے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔میں اُن سب کو انگریزی سکھانے دوں گا۔اور پھر میں قابل طلباء کو لاطینی بطور عزت اور یونانی بطور تحفہ سیکھنے دوں گا۔لیکن صرف ایک چیز جس کے لیے میں اُنہیں کوڑے لگاؤں گا وہ ہے انگریزی نہ جاننا اور اس کے لیے میں اُنہیں سخت سے سخت سزا دوں گا۔

......☆......